Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

روزنامہ **الفضل** ربوہ

فون: ۹۴۴

ایڈیٹر: نسیم سیفی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۴۳/۷۸ | بدھ ۴/ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ ' ۲۲ تبوک ۱۳۷۲ ھش ' ۲۲ ستمبر ۱۹۹۳ء نمبر ۲۱۱

اللہ تعالیٰ خبیر و علیم ہے

جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے انسان اگر یہ یقین کر لے کہ کوئی خبیر و علیم بادشاہ ہے جو ہر قسم کی بدکاری۔ دغا۔ فریب۔ سستی اور کاہلی کو دیکھتا ہے اور اس کا بدلہ دے گا تو وہ بچ سکتا ہے۔ ایسا ایمان پیدا کرو۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے فرائض حرفہ۔ مزدوری وغیرہ میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے رزق حلال نہیں رہتا۔

(حضرت امام جماعت احمدیہ الاول)

ارشادات حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

متقی کے معنی ہیں ڈرنے والا۔ ایک ترک شر ہوتا ہے اور ایک افاضۂ خیر۔ متقی ترک شر کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے اور محسن افاضۂ خیر کو چاہتا ہے۔ میں نے اس کے متعلق ایک حکایت پڑھی ہے کہ ایک بزرگ نے کسی کی دعوت کی اور اپنی طرف سے مہمان نوازی کا پورا اہتمام کیا اور حق ادا کیا۔ جب وہ کھانا کھا چکے' تو بزرگ نے بڑے انکسار سے کہا کہ میں آپ کے لائق خدمت نہیں کر سکا۔ مہمان نے کہا کہ آپ نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ میں نے احسان کیا ہے' کیونکہ جس وقت تم مصروف تھے' میں تمہاری املاک کو آگ لگا دیتا تو کیا ہوتا۔ غرض متقی کا کام یہ ہے کہ برائیوں سے باز آوے۔ اس سے آگے دوسرا درجہ افاضۂ خیر کا ہے' جس کو یہاں محسنون کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے کہ نیکیاں بھی کرے۔ پورا راستباز انسان تب ہوتا ہے جب بدیوں سے پرہیز کر کے یہ مطالعہ کرے کہ نیکی کون سی کی ہے؟

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۱۵)

درخواست دعا

○ محترمہ صاحبزادی امتہ المجید صاحبہ بیگم محترم بریگیڈیر ریٹائرڈ وقیع الزمان خان صاحب اطلاع دیتی ہیں۔

میری بیٹی ساجدہ خان صاحبہ بیگم محترم ڈاکٹر حمید احمد خان صاحب ہارٹلے پول' انگلستان میں کافی عرصے سے بیمار ہیں۔ پہلے ایک آپریشن ہو چکا ہے۔ اب دوبارہ تکلیف ہو گئی ہے۔ طبیعت کافی خراب ہے۔

○ مکرم مولانا محمد اسماعیل منیر صاحب سیکرٹری حدیقتہ المبشرین ۱۲۔ ستمبر سے بوجہ بخار بیمار ہیں۔ بخار نارمل نہیں ہو رہا۔

○ مکرم میجر منظور احمد صاحب (ریٹائرڈ) ساہیوال کا CMH لاہور میں پراسٹیٹ کا اپریشن متوقع ہے۔ ان کی صحت کاملہ و درازی عمر کے لئے درخواست دعا ہے۔

○ مکرم منیر احمد صاحب کارکن الفضل کا بیٹا عزیز محمد ناصر گردوں کی سوزش کی وجہ سے بیمار ہے اور فضل عمر ہسپتال ربوہ میں داخل ہے۔ کمزوری اور بخار ہے

○ مکرم عبد العزیز منگلا صاحب جنرل سیکرٹری حلقہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کی بیگم صاحبہ کے گردے کا اپریشن شیخ زید ہسپتال لاہور میں ہو رہا ہے۔

احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان سب کی جلد اور کامل شفایابی کے لئے دعا کریں۔

کام کرنے والوں کی مدد کیجئے

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی)

پس تم خوب یاد رکھو کہ دین کی عزت کوشش سے نہیں ملتی بلکہ اسی کے لئے ہوتی ہے جو اللہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل کرے اور اللہ کے لئے رسوائی قبول کرے جو ایسا نہیں کرتا وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا۔ ہمیں کام کرنے والے انسان چاہئیں اگر کسی کام کرنے والے میں کوئی نقص ہے تو بجائے اس کے کہ اسے توڑنے کی کوشش کی جائے۔ خود اس کی مدد کے لئے کھڑا ہونا چاہئے اگر کسی گھر کی دیوار گرنے لگے تو جب تک بالکل ہی مایوسی نہ ہو جائے اس کے نیچے ستون رکھے جاتے ہیں لیکن کس قدر افسوس ہے کہ دین کے کاموں میں یہ کوشش کی جائے کہ جس میں کوئی نقص ہو اسے توڑ دیا جائے۔ توڑنے کی اس وقت ضرورت پڑتی ہے جبکہ اس کے کام آنے کی کوئی امید نہ رہے۔ اگر کسی میں کمزوری ہے تو اس کی مدد کرو۔ اگر کوئی تھوڑا کام کر سکتا ہو تو اس کے ساتھ مل کر کام پورا کر دو لیکن جو یہ چاہتا ہے کہ دوسروں کی ذلیل کر کے آپ عزت حاصل کرے وہ ذلیل ہو جائے گا۔ پہلوں کے لئے بھی یہ بات ٹھوکر کا موجب ہوئی ہے اب بھی اگر کوئی اس طرح کرے گا خدا اس کو بھی نکال دے گا۔ خدا کو نہ ان کی پرواہ تھی اور نہ اب کسی کی ہے۔ ہمارا سلسلہ نہ پہلے بندوں کے سہارے چلا ہے اور نہ اب چلے گا پہلے بھی خدا ہی چلاتا تھا اور اب بھی خدا ہی چلائیگا۔ وہ جو خیال رکھتے ہیں کہ ہمیں پریذیڈنٹ یا سیکرٹری بنایا جائے۔ یا صرف اعتراضوں میں لگے رہتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ خدا نے ایک عبرت کا نمونہ دکھایا ہے اب بھی اس کا کوئی ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ وہ اب بھی وہی نمونہ دکھا سکتا ہے۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں تمہیں بہت پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے۔ جب خدائی غیرت بھڑکتی ہے تو یہ نہیں دیکھتی کہ فلاں بڑا ہے اور فلاں چھوٹا۔ جو کوئی بھی اس کے دین کے رستے میں روک ہوتا ہے اس کو نکال پھینکتی ہے پس ایسے خیال اپنے دلوں سے نکال دو اور خدا کے لئے ذلت اور رسوائی برداشت کرنے کو تیار رہو۔

(از خطبہ ۲۰۔ اگست ۱۹۱۵ء)

خدا تعالیٰ کے قرب کے درجات غیر محدود ہیں اس لئے انسان کی ترقیات کے درجات بھی غیر محدود ہیں۔

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثالث)

اعلان داخلہ

○ نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ کی پریپ کلاس میں داخلہ کے لئے ٹیسٹ اوائل دسمبر ۱۹۹۳ء میں ہوگا۔ بچے کو انگریزی کے "A" تا "Z" بڑے حروف صحیح لائنوں پر لکھنے آنے چاہئیں۔ اور اردو میں "ا" سے "ے" تک زبانی لکھنا آتا ہو۔

جو والدین اپنے بچوں کے اکیڈمی میں داخلہ کی خواہش رکھتے ہوں وہ تحریروں کے نمونے حاصل کرنے کے لئے دفتر سے جلد رابطہ کریں۔

پرنسپل نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغاسیف اللہ- پرنٹر: قاضی منیراحمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی - ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۱ / تبوک ۱۳۷۲ ہش ۲۱ / ستمبر ۱۹۹۳ء

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری

کسی نہ کسی کی بات تو انسان مانتا ہی ہے۔ کسی نہ کسی کی فرمانبرداری تو کرنا ہی پڑتی ہے۔ کسی کا فرمانبردار نہیں ہو گا تو خودسر ہو گا۔ لیکن وہ بھی اور کسی کی نہیں تو اپنی بات تو مانے گا ہی۔ آخر خودسری یہی ہے ناکہ دوسرے کی بات تو نہیں ماننی البتہ اپنی بات ماننی ہے۔ جو اپنے جی میں آئے گا وہ کرنا ہے۔

گویا کہ ہر شخص کو یا دوسروں کا فرمانبردار ہونا پڑتا ہے یا اپنا۔ فرمانبرداری ضرور کرنی پڑتی ہے۔ اور اگر یہی بات ہے تو ہمیں ذرا سا رک کر یہ بات سوچ لینی چاہئے کہ کس کی فرمانبرداری میں زیادہ فائدہ ہے دوسروں کی فرمانبرداری میں۔ اپنی فرمانبرداری میں۔ یا اپنے خالق و مالک کی فرمانبرداری میں۔ اور اگر ہم اس بات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری حاجات، ضروریات، امنگوں اور آرزوؤں کو جانتا ہے اور ہمیشہ ہماری بہتری کی بات کرتا ہے تو یقیناً ہمارے لئے اس کی فرمانبرداری سب سے زیادہ مفید ہو سکتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جہاں اس کی فرمانبرداری سے قدم باہر نکلتا ہے۔ ہم زیاں کار بن جاتے ہیں۔ ہماری سکیمیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور ہم اپنے آپ کو کوسے بغیر نہیں رہ سکتے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ الاول۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے۔ فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے کوئی قدم باہر نہ ہو تم اپنے کھانے، پینے، لباس، محبت، رنج، راحت، عسر، یسر، افلاس، دانشمندی، صحت اور مرض مقدمات و صلح میں اس اصول کو مدنظر رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے کوئی قدم باہر نہ ہو۔ پس یہ وصیت تمام وصیتوں کی ماں ہے اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے کہ ہر حال میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری مدنظر ہو۔"

یونہی کہی ہوئی بات کی بھی اہمیت ہوتی ہے۔ لیکن اگر کسی بات کو وصیت کے طور پر کہا جائے تو اس کی تو بہت ہی اہمیت ہوتی ہے اس پر ضرور بالضرور عمل کیا جاتا ہے اور اسے ہمیشہ یاد رکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وصیت کو یاد رکھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

کچھ نہ سُوجھے تو کوئی بات بنا لیتے ہیں
اپنی بیتی ہوئی یادوں کو بلا لیتے ہیں
دل کا دروازہ کھلا رکھتے ہیں اکثر لیکن
جاگتے ذہن سے آنکھوں کو سُلا لیتے ہیں

ابوالاقبال

بحر مردار کے کنارے

۱۹۴۵ء میں برادرم مکرم چوہدری محمد شریف صاحب کی معیت میں بحر مردار دیکھنے کا موقعہ ملا۔

یہاں کا ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے ایک افسانہ
جو اہلِ عقل و دانش کو بنا دیتا ہے دیوانہ
یہاں آسائشِ ہستی کا ہر ساماں میسر تھا
یہاں گردش میں رہتا تھا مئے عشرت کا پیمانہ
نگارِ خوش ادا بزم طرب میں جلوہ پیرا تھا
ہر اک محفل میں تھی ارزانی انداز رندانہ
اتر جاتا تھا جلوہ دل کی گہرائی میں آنکھوں سے
سمٹ آتا تھا بیباکی سے پہلو میں پریخانہ
فضاؤں میں کھنکتے جام نغموں کی جوانی تھے
صراحی کے لبوں پر تھا جنوں انگیز افسانہ
مسلط تھیں کچھ ایسی حسن کی کیفیتیں دل پر
ہر اک فرزانہ دیوانہ تھا ہر دیوانہ مستانہ

غرض بکھرے پڑے تھے اس جگہ فردوس کے ٹکڑے
یہاں کے ذرہ ذرہ پر مہ و انجم نچھاور تھے

مگر یہ عیش و راحت سو گئے آغوشِ حسرت میں
مچل اٹھا تبسم موت کا ان کی مسرت میں
حدود اللہ سے ہر لحہ بڑھتے جا رہے تھے وہ
گھٹے جاتے تھے صبح و شام شان آدمیت میں
فلک والوں سے اب کوئی تعلق ہی نہ تھا ان کا
ہوئے تھے محو کچھ اس طرح دل ارضی محبت میں
سنوارا اس طرح شیطان نے باطل انکی آنکھوں میں
ہزاروں خامیاں ان کو نظر آئیں حقیقت میں
خدا کا نام تک لینے نہ دیتے اہل دنیا کو
کہیں یہ بات آسکتی جو انکے دستِ قدرت میں
رہے ناپاک ارادے انکے پیوندِ زمیں ہو کر
فقط افسانۂ عبرت ہے باقی چشمِ عبرت میں

کوئی دیکھے تو اس وادی کو دیکھے چشم عبرت سے
کہ ہر لحظہ یہاں اٹھتا ہے اک پردہ حقیقت سے

ہے اب کتاب سے ذروں کا اک اجڑا جہاں باقی
شبابِ عشرتِ ہستی کا ہے بس یہ نشان باقی
سکوت مرگ در آغوش اک چٹیل سا میداں ہے
نہ نغمے ہیں فضاؤں میں نہ ہیں وہ نغمہ خواں باقی
رہے باقی نہ جلوے حسنِ خود آرا و خودسر کے
ہیں دل والے نہ اہلِ دل کی امیدِ جواں باقی
پتہ تک بھی نہیں ملتا یہاں مغرور و سرکش کا
شکستِ زندگی کے ہیں مگر ابتک نشاں باقی
ہے محوِ غم یہ بربادی کا اک خاموش نظارہ
رہے گی حشر تک چپ چاپ سی یہ داستاں باقی
خدا سے سرکش و باغی کا یہ انجام ہوتا ہے
کہ رہ جاتا ہے اس کے باغ کا رنگ خزاں باقی

زمین و آسماں نے اس حسیں وادی کو دیکھا ہے
اور اس وادی کی بے انداز بربادی کو دیکھا ہے

نسیم سیفی
۱-۲-۴۶

"یاد رکھو کہ ابتداء کی عادت، لڑکپن اور جوانی کی بدعاتیں ایسی طبیعت ثانی بن جاتی ہیں کہ آخر ان کا نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ پس ابتداء میں دعا کی عادت ڈالو اور اس ہتھیار سے کام لو کہ کوئی بدعادت بچپن میں نہ پڑ جاوے۔ بڑے بڈھے اپنی اولاد کے واسطے دعائیں کریں اور لڑکے اور جوان اپنے واسطے آپ کریں کہ ابتداء میں عادات نیک نصیب ہوں۔"

(حضرت امام جماعت احمدیہ الاول)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت نواب محمد دین صاحب

ہمارے خاندان میں سب سے پہلے میرے (-) بھائی چوہدری محمد حسین نے بیعت کی اس کے بعد رفتہ رفتہ قریباً سارا خاندان احمدی ہو گیا۔ میں ۱۹۰۶ء میں دہلی بندوبست میں اسسٹنٹ سیٹلمنٹ آفیسر تھا۔ میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق اسی بندوبست میں ناظر تھے۔ میر صاحب جلسہ سالانہ پر قادیان جارہے تھے میں اپنے لڑکے محمد شریف (حال ایڈووکیٹ منٹگمری) کو جو اس وقت پرائمری میں پڑھتا تھا میر صاحب کے ساتھ بھیج دیا۔ وہاں اس کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ دہلی کے زمانہ میں محمد شریف کا چھوٹا بھائی محمد سعید چیچک سے سخت بیمار ہو گیا۔ اس کی حالت نہایت تشویشناک تھی اور ہم قریباً مایوس ہو چکے تھے۔ میر قاسم علی صاحب نے دعا کے لئے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت تار دیا۔ اور شام کو ہمیں تسلی دی کہ اس وقت قادیان میں محمد سعید کی صحت کے لئے دعا ہو رہی ہے زیادہ فکر نہیں کرنی چاہئے۔ چیچک اس قدر تھی کہ خطرہ تھا کہ اگر وہ بچ بھی گیا تو اس کی آنکھیں نہیں بچ سکیں گی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دعا کی برکت سے محمد سعید کو کامل شفا عطا فرمائی۔

باوجود ان سب باتوں کے میری قسمت میں نہیں تھا کہ میں رفیق ہوتا۔ اور مجھے اخلاص رکھنے کے باوجود بیعت کی توفیق بہت دیر بعد ملی۔ جب حضرت امام جماعت اول کے انتقال پر جماعت میں اختلاف پیدا ہوا اور ہمارے دوست جن کی میرے دل میں بہت عزت تھی قادیان چھوڑ کر لاہور جا بیٹھے تو مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ انہی دنوں میں نے رؤیا دیکھا جو میں نے اپنے بھائی چوہدری غلام حسن صاحب کو سنایا۔ جس سے مجھ پر ظاہر ہوا کہ امامت ثانیہ حق ہے۔ اب وہ دور شروع ہوا جب میں نے حضرت امام جماعت الثانی کے خطبات اور تحریروں کو پڑھنا شروع کیا۔ اور ان سے ہمیشہ بہت فائدہ اٹھایا اختلاف کے چند روز بعد میں سیالکوٹ سے لاہور آرہا تھا۔ راستہ میں وزیر آباد سٹیشن پر منشی نواب خان صاحب تحصیلدار مجھے مل گئے۔ آپ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی محبت میں سرشار نظر آیا کرتے تھے اور ہر وقت سلسلہ کی باتیں کیا کرتے تھے اس روز خلاف معمول وزیر آباد سے گوجرانوالہ پہنچنے تک انہوں نے سلسلہ کے متعلق جب کوئی تذکرہ نہ کیا۔ تو میں نے کہا معلوم ہوتا ہے آپ منکرین امامت میں شامل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ وہ ذوق دعوت اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے محبت آپ میں نہیں رہی۔ میرا یہ قیاس صحیح نکلا

دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے
پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے مرے حاجت برار

لاہور پہنچ کر میں چوہدری شہاب الدین صاحب کے مکان پر ٹھہرا۔ وہاں میری برادری کے میرے ایک عزیز موجود تھے جو مخلص احمدی ہوا کرتے تھے۔ اور مجھے دعوتی خط لکھتے رہتے تھے۔ ان سے میں نے وہی سوال کیا کہ آپ مصدقین امامت میں سے ہیں یا منکرین میں سے انہوں نے کہا آپ نے بہت سخت لفظ استعمال کیا ہے۔ میں امامت ثانیہ کو نہیں مانتا ان اس سلسلہ میں گفتگو ہوتی رہی۔ دوسرے دن وہ صبح جاگے تو انہوں نے کہا رات کو خواب میں حضرت مسیح بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وہ نظم میں پڑھتا رہا ہوں جس میں درج ہے۔ کہ

؎ زمین قادیاں اب محترم ہے

اس نظم میں ہے ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی

ان کے والد صاحب اور سارا کنبہ احمدی ہیں میں ان کے خواب کی کیفیت ان سے سن کر بہت خوش ہوا اس خیال سے بھی کہ ان کا مصدقین میں شامل ہونا ان کے والد صاحب کے لئے بڑی مسرت کا باعث ہو گا۔ ان کے والد صاحب اور ان کا خاندان ہماری باجوہ برادری میں نہایت مخلص احمدی ہیں۔

پچھلے سال میں نے "الفضل" میں پڑھا تھا کہ انہوں نے حضرت امام جماعت الثانی کی خدمت میں لکھا کہ:

"میری روح کا زائد از چالیس برس حضور سے تعلق ہے" اور اس پر حضرت نے تحریر فرمایا۔

"آپ جیسے مخلص کا یہی مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ خاص فضل کرے"

لاہور سے دوسرے دن میں اپنی ملازمت پر چلا گیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ ہمارے عزیز دوست مصدقین امامت میں شامل نہیں ہو سکے۔ اگرچہ میں امید رکھتا ہوں کہ خداوند کریم ان کے متقی اور صالح والد صاحب کی دعائیں ان کے حق میں قبول فرمائے گا۔ اور ان کو اپنے والد صاحب کی زندگی میں یہ سعادت نصیب ہوگی۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں میں اخلاص تو بہت مدت سے رکھتا تھا لیکن بیعت کا شرف مجھے حضرت امام جماعت الثانی کے زمانے میں عطا ہوا۔

اس اثناء میں میرے بھائی اور میری اہلیہ اور بچے مجھ سے بہت پہلے بیعت کر چکے تھے اور مجھے نہایت افسوس ہے کہ میں اس مقام پر بہت دیر سے پہنچا۔

میں نے جو اخلاص حاصل کرنے کے بعد بیعت میں اس قدر دیر لگادی آج مجھے اس کا سخت افسوس ہو رہا ہے۔

حضرت امام جماعت الثانی اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے فرماتے ہیں۔

جس طرح میرے قادیان سے نکلنے کا کام کیپٹن عطاء اللہ صاحب کے ہاتھ سے سرانجام پانا تھا اسی طرح ایک نئے مرکز کا قیام ایک دوسرے آدمی کے سپرد تھا۔ جو پیچھے آیا اور کئی لوگوں سے آگے بڑھ گیا۔ میری مراد نواب محمد دین صاحب (----) سے ہے جن کی اسی ہفتہ میں وفات واقع ہوئی ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کی خدمات کی وجہ سے ربوہ میں کوئی ایسا نشان مقرر کیا جائے جس کی وجہ سے جماعت ہمیشہ ان کی قربانیوں کو یاد رکھے۔ اور اس بات کو مت بھولے کہ کس طرح ایک ۸۰ سالہ بوڑھے نے جو محنت اور جفاکشی کا عادی نہیں تھا جو ڈپٹی کمشنر اور ریاست کا وزیر رہ چکا تھا۔ جو صاحب جائیداد اور متمول آدمی تھا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء کے شروع تک باوجود اس کے کہ اس کی طبیعت اتنی مضمحل ہو چکی تھی کہ وہ طاقت کا کوئی کام نہیں کر سکتا تھا اپنی صحت اور اپنے آرام کو نظر انداز کرتے ہوئے رات اور دن ایک کر دیا اس لئے کہ کسی طرح جماعت کا نیا مرکز قائم ہو جائے۔ سینکڑوں دفعہ وہ افسروں سے ملے ان سے جھگڑے کئے لڑائیاں کیں۔ منتیں اور خوشامدیں کیں اور پھر مرکز کی تلاش کے لئے بھی پھرتے رہے۔ انہیں اس کام میں اتنا انہماک تھا کہ ایک دفعہ میں اکیلا ربوہ گیا۔ اور انہیں اطلاع نہ دی میں نے سمجھا وہ ضعیف العمر آدمی ہیں انہیں تکلیف نہ دی جائے۔ ان کو ریٹائر ہوئے بھی بائیس سال سال ہو چکے تھے۔ جب میں واپس آیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے سخت افسوس ہے کہ اس دفعہ میں آپ کے ساتھ نیں جا سکا۔ مجھے بھی اطلاع دیتے تو میں بھی ساتھ چلا جاتا۔ میں نے کہا کہ صرف آپ کی تکلیف کے خیال سے میں نے آپ کو اطلاع نہیں دلوائی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میری تو خواہش تھی کہ میں آپ کے ساتھ جاتا۔ اب نہ جانے کی وجہ سے مجھے انتہائی رنج ہوا۔ غرض اس کام کے لئے انہوں نے دن رات ایک کر دیا تھا۔ اور یقیناً اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی موزوں آدمی تھے۔

ہمارے مرکز کا قائم ہونا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ بڑی اہم چیز ہے۔ اگر ہمارا نیا مرکز کامیاب ہو گا اور ہمیں یقین ہے کہ وہ کامیاب ہو گا تو یہ ایک ویسی ہی اہمیت رکھنے والی چیز ہو گی جیسے کہ دنیا کے بڑے بڑے مذہبی مرکزوں کی تعمیر اہمیت رکھتی تھی۔ مقامات مرکزی کا قیام ایک بہت بڑا کام ہوتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے جدید مرکز کے قیام کا سہرا یقیناً نواب محمد دین صاحب ( ) کے سر پر ہے۔ یہ عزت اور یہ رتبہ انہیں کا حق ہے۔ جب تک یہ جماعت قائم رہے گی لوگ ان کے لئے دعا بھی کریں گے اور ان کی قربانی کو دیکھ کر نوجوانوں کے دلوں میں یہ جذبہ بھی پیدا ہو گا کہ وہ ان جیسا کام کریں کجا ایک بوڑھا بیمار اور کمزور آدمی اور کجا اس کی یہ حالت کہ وہ دن کو بھی وہاں موجود ہے۔ اور رات کو بھی وہیں موجود ہے۔ اور رپورٹیں پیش کر رہا ہے کہ آج میں فلاں سے ملا تھا آج میں فلاں سے ملا تھا۔ اب بھی جب مری میں تھے وفات سے دس دن پہلے انہوں نے مجھے لکھا اب ربوہ میں تعمیر کا کام شروع ہونے والا ہے۔ اور چونکہ یہ کام نگرانی چاہتا ہے اور میری صحت ٹھیک ہو گئی ہے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ ربوہ چلا جاؤں۔ اور کام میں مدد دوں۔ غرض ہر کارے دہر مردے سینکڑوں کام ہوتے ہیں۔ لیکن بہت برکت والا ہوتا ہے وہ آدمی جس سے کوئی ایسا کام ہو جائے جو اپنے اندر تعمیری عظمت رکھتا ہو میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کا ان کے ہاتھ سے ہونا ان کی بہت بڑی نیکی کی وجہ سے تھا اور میں کہ سکتا ہوں کہ وہ پیچھے آئے مگر آگے گزر گئے۔

بیعت سے پہلے وہ احمدیت کے قائل تو تھے چنانچہ جب وہ دہلی میں افسرے مال لگے ہوئے تھے۔ اور میر قاسم علی صاحب وہاں تھے۔ تو انہوں نے اپنے لڑکے چوہدری محمد شریف صاحب وکیل کی بیعت کرا دی تھی۔ لیکن خود بیعت نہیں کرتے تھے۔ غالباً ۱۹۲۷ء میں انہوں نے بیعت کی ہے۔ مجھے یاد ہے جب انہوں نے بیعت کی تو ساتھ یہ درخواست کی کہ میری بیعت ابھی مخفی رہے۔ انہوں نے کہا میں ریٹائر ہو چکا ہوں اور اب ملازمتیں ریاستوں ہی میں مل سکتی ہیں اس لئے اگر میری بیعت ظاہر نہ ہو تو ملازمت حاصل کرنے میں سہولت رہے گی جب وہاں ہمارے سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں اس وقت ریاست مالیر کوٹلہ یا جے پور میں ملازم تھے۔ بیعت کر کے وہاں جانے کی بجائے شملہ گیا اور انہوں نے مجھے دعوت پر بلایا اور کہا اور تو میں کوئی خدمت نہیں کر سکتا لیکن یہ کر سکتا ہوں

باقی ص ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

راشد جاوید شاہد

اردو زبان کی تاریخ

حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی فرماتے ہیں :-

یہ زبان اب کبھی نہیں مرے گی۔ احمدیت کی اشاعت کے ساتھ لازم ہے کہ یہ زبان پھیلتی چلی جائے۔

ارشاد حضرت امام جماعت احمدیہ

"اردو زبان سیکھنی ہے تو اردو ادب بھی پڑھنا ہوگا۔ اردو شاعری بھی پڑھنی ہوگی۔ اور اس ملک کا کلچر اس کا پس منظر کس طرح یہ زبان پنپی ہے تاریخ کیا تھی ان سب چیزوں سے واقفیت حاصل کرنا ہوگی۔

(خطبہ فرمودہ جولائی ۱۹۹۳ء)

ہندوستان میں آریہ قوم تقریباً ۱۵۰۰ ق م میں آئی۔ اس وقت ہندوستان کے قدیم باشندے مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں بولتے تھے۔ لیکن آریوں نے اپنی زبان یعنی "سنسکرت" کو ہی رواج دیا۔ پھر ایک وقت وہ آیا کہ جب اس زبان میں اتنی ادبیت آگئی کہ یہ عوام سے الگ ہو کر خاص طبقے کی زبان بن گئی۔ ہندوستان کے عوام کی زبان شروع سے ہی ایک مخلوط زبان تھی۔ تھوڑے سے فرق کے ساتھ مختلف خطوں میں مقامی زبانیں رائج تھی۔ وہ برابر چلتی رہیں۔ ان زبانوں کو "پراکرت" کہتے تھے۔ سنسکرت کی طرح بعض "پراکرتیں" اتنی ادبی حیثیت اختیار کرلیتیں کہ عوام ان کے استعمال سے گریز کرنے لگتے۔ چنانچہ پھر نئی زبان معرض وجود میں آجاتی۔ اسی طرح ایک زبان "اپ بھرنش" معرض وجود میں آئی جب یہ عام ہوئی تو اہل زبان نے اس کو حقارت سے دیکھا اور اس کا نام "اپ بھرنش" رکھا جس کے معنی بگڑی ہوئی زبان کے ہیں۔ ان "اپ بھرنشوں" نے علاقے کی بہت سی مقامی زبانوں پر اثر ڈالا۔ انہی "اپ بھرنشوں" کی کوکھ سے اردو نے جنم لیا۔ اور جب یہ زبان برصغیر کی سونی سونی مٹی میں پروان چڑھ رہی تھی تب مسلمانوں نے اسے گود لیا۔ فارسی' عربی اور ترکی زبانوں کے دودھ سے اس کی پرورش کی۔ اور کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ زبان ترقی کرتے کرتے اس قابل ہوگئی کہ فارسی جو اس دور میں حاکموں کی زبان تھی اس کی جگہ لے سکے۔

اردو زبان کا آغاز کہاں سے ہوا۔ اس کی جنم بھومی کون سی ہے اس کے بارے میں دانشوروں میں اختلاف رہا ہے۔ مگر ایک بات پر اکثر علماء متفق ہیں کہ اس کے سرچشمے برصغیر کے شمالی حصے سے ہی پھوٹے۔ جس وقت "اردو" اپنے تخلیقی مراحل سے گزر رہی تھی اس وقت اس خطے میں کون کون سی زبانیں زد عام تھیں ان کا مختصر سا خاکہ درج ذیل ہے۔

۱۔ سنسکرت: یہ آریاؤں کی مقدس زبان ہے۔ اس کے معنی ہیں آراستہ و پیراستہ اور مقدس دیوتاؤں کی زبان ویدوں کے علاوہ اپنیشدیں' سمرتیاں' مہابھارت اور رامائن وغیرہ سب اسی زبان میں ہیں۔

۲۔ پراکرت: وہ مقامی زبانیں جو کہ گہرے طور پر سنسکرت سے متاثر ہیں۔ مثلاً "ماگدھی" اور "مہاشٹری" وغیرہ۔

۳۔ اپ بھرنش یا دیسی بھاشائیں: وہ مقامی زبانیں جو کہ بنیادی طور پر سنسکرت سے اختلاف رکھتی ہیں۔ جیسے کہ "دراوڑی' پشاچی' اپ بھرنشیں' کلاسیکی ہندو ادب" کی رو سے برصغیر کے شمالی حصے میں درج ذیل "اپ بھرنشیں" مروج رہیں ہیں۔

۱۔ شورسینی: یہ دوآبہ گنگا جمنا کے علاقے میں مروج تھی۔ جس میں "متھرا" کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ آگے چل کر یہی زبان برج بھاشا کہلائی۔

۲۔ کیکیہ: یہ زبان جمنا سے لے کر قدیم درشداوتی کے درمیانی علاقے میں مروج تھی۔ ہریانوی اسی زبان کی موجودہ ترقی یافتہ شکل تھے۔

۳۔ پشاچی: درشدواتی سے لے کراٹک تک۔ مثلاً پنجاب کی تمام علاقائی بولیاں پنجابی' ملتانی' سرائیکی' پوٹھوہاری' پہاڑی' ہندکو اور صوبہ سرحد کی بعض بولیاں وغیرہ اسی "پشاچی" کے کنبے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اب اردو زبان کے ارتقاء کے بارے میں چند نظریات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مولانا محمد حسین آزاد "آب حیات" میں اردو کے آغاز کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

"ہماری اردو برج بھاشا سے نکلی ہے۔ لیکن وہ ایسی زبان نہیں کہ دنیا کے پردہ پر ہندوستان کے ساتھ آئی ہو۔ اس کی عمر آٹھ سو برس سے زیادہ نہیں۔ برج کا سبزہ زار اس کا وطن ہے۔ اسے فقط شاہجہان کا اقبال کہنا چاہیے کہ یہ زبان خاص و عام میں اس کے عہد سے منسوب ہو گئی"

محمد حسین آزاد "آب حیات" صفحہ ۴ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء

لیکن محمد حسین آزاد کا یہ نظریہ تاریخی اعتبار سے غلط ہے۔ اس لئے کہ فارسی بولنے والے مسلمان گیارہویں صدی عیسوی کے شروع میں غزنویوں کی شکل میں پنجاب پر قابض ہوئے۔ انہوں نے ایک سو ستر سال تک پنجاب پر حکومت کی۔ اس عرصہ میں ہزاروں ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ۱۱۹۳ء میں سلطان محمد غوری نے پرتھوی راج کو شکست دے کر دھلی پر قبضہ کیا۔ اور یہاں پر اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ سلطان التمش جو سلطان قطب الدین ایبک کا جانشین تھا اس کے دور میں برج کے علاقہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ اس طرح برج کے علاقے تک پہنچنے میں مسلمانوں کو ۲۰۰ سو سال کا عرصہ لگا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دو صدیوں تک کسی نئی زبان کی ضرورت نہ پڑی ہو۔ اور برج کے علاقے میں جاتے ہی کوئی نئی زبان وجود میں آئی۔ ۲۔ محمد حسین آزاد کے نظریہ کے برعکس میرامن دہلوی نے "باغ و بہار" کے دیباچہ میں لکھا کہ

"جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے تو چاروں طرف کے ملکوں سے سب قوم کے لوگ قدردانی اور فیض رسانی اس خاندان لاثانی کی سن کر حضور میں آکر جمع ہوئے۔ لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جدی جدی تھی۔ اکٹھا ہونے سے آپس میں لین دین' سودا سلف' سوال و جواب کرکے ایک زبان اردو بھی مقرر ہوئی"۔

سرسید احمد خان بھی میرامن دہلوی کی طرح اردو کو ایک مخلوط زبان تسلیم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری اردو کے آغاز کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ

"اردو ہندوستان یا کھڑی قدیم ویدک بولیوں میں سے ایک بولی ہے جو ترقی کرتے کرتے یا یوں کہئے کہ ادلتے بدلتے پاس پڑوس کی بولیوں کو کچھ دیتے اور کچھ ان سے لیتے اس حالت کو پہنچی جس میں آج ہم اسے دیکھتے ہیں"۔

(اردو زبان کا ارتقاء از ڈاکٹر شوکت سبزواری صفحہ ۸۷ طبع اول۔ پاک کتاب گھر ڈھاکہ)

۳۔ بعض دانشوروں کا خیال ہے کہ اردو کا آغاز سندھ سے ہوا۔ کیونکہ مسلمان سب سے پہلے سندھ میں آئے۔ اور سندھی اور عربی کے اشتراک سے "اردو" معرض وجود میں آئی۔ اس کے متعلق سید سلیمان ندوی اپنی کتاب "نقوش سلیمانی" کے ایک مقالہ میں تحریر کرتے ہیں۔

"قرین قیاس یہی ہے کہ جس کو آج اردو کہتے ہیں اس کا ہیولیٰ وادی سندھ میں تیار ہوا ہو گا"۔

لیکن سید سلیمان ندوی کا یہ نظریہ کہ اردو کا آغاز سندھ سے ہوا درست نہیں۔ کیونکہ اگر اس وقت کوئی زبان معرض وجود میں آئی ہوگی تو وہ موجودہ سندھی ہوگی۔ اس کا رسم الخط بھی عربی جیسا ہے۔ اور اسمیں عربی کے ٹھیٹھ الفاظ بھی موجود ہیں۔ کیونکہ عربی زبان کے الفاظ کا دخول و نفوذ سندھ کی زبان میں اتنا ہمہ گیر تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے ایک نئی زبان کی داغ بیل پڑسکے۔

۴۔ اردو کی ابتداء کے بارے میں ایک نظریہ نصیر الدین ہاشمی نے پیش کیا۔ ان کے خیال میں اردو کا آغاز دکن سے ہوا۔ ان کا کہنا ہے کہ طلوع اسلام سے بہت پہلے عرب تاجر ہندوستان میں مالابار کے سواحل پر بغرض تجارت آیا کرتے تھے۔ لین دین کے معاملات اور آپ میں ربط و تعلق کی بناء پر ایک دوسرے کی زبان کے روزمرہ گفتگو میں استعمال ہونے والے آسان اور سادہ الفاظ کا تبادلہ ہوا۔ اور یوں صدیوں کے اس سماجی رابطہ کی وجہ سے ایک نئی زبان کے خدوخال ابھرنے لگے۔

(دکن میں اردو از نصیر الدین ہاشمی صفحہ ۱۴ طبع پنجم ۱۹۶۰ء)

ہاشمی صاحب کا یہ نظریہ درست نہیں کیونکہ دکن میں جو مسلمان آئے تھے وہ اقلیت میں تھے۔ اقلیت کی زبان اکثریت کی زبان پر غلبہ حاصل نہیں کرسکتی۔ اگر اردو عربی اور دکنی کے ملاپ سے بنی ہوتی تو اس میں عربی الفاظ زیادہ ہوتے لیکن اردو میں فارسی زبان کی کثرت ہے۔

اردو زبان کے ارتقاء کے بارے میں رام بابو سکسینہ اپنی کتاب "تاریخ ادب اردو" میں لکھتے ہیں کہ

"زبان اردو اس ہندی یا بھاشا کی ایک شاخ ہے جو صدیوں تک دہلی اور میرٹھ کے اطراف میں بولی جاتی تھی۔ اور جس کا تعلق شورسینی پراکرت سے بلاواسطہ تھا۔ یہ بھاشا جس کو مغربی ہندی کہنا بجا ہے زبان اردو کی اصل اور ماں سمجھی جاسکتی ہے...... اردو اور ہندی اپنے ماخذ نیز اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک ہی زبان ہیں۔ اور ان دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اگر کچھ ہے بھی تو نشوونما اور ترقی کے طریقے میں ہے۔ اردو چونکہ مسلمانوں کے سایہ عاطفت میں پلی اس لئے اس میں فارسی الفاظ کی کثرت ہوگئی۔ برخلاف ہندی کے کہ جو اپنی اصلی ماخذ یعنی سنسکرت کی طرف عود کرگئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ موجودہ زمانے کی ادبی اردو اور ادبی ہندی میں زمین آسمان کا فرق ہوگیا۔"

(از تاریخ ادب اردو رام بابو سکسینہ صفحہ ۳۵'۳۶ ناشر مکتبہ عالیہ) لیکن رام بابو سکسینہ کا یہ نظریہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ مسلمان اپنی آمد کے تقریباً دو سو سال بعد دھلی پر قابض ہوئے۔ جب کہ ایک نئی زبان کی بنیاد میں مسلمانوں کی آمد سے بھی پڑنا شروع ہو گئیں تھیں۔ اور مسلمانوں کے دہلی پر قبضہ سے پہلے "اردو" کسی نہ کسی صورت میں معرض وجود میں آچکی تھی۔

اردو زبان کے آغاز کے بارے میں جو سب سے

باقی ص ۵ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میجر ریٹائرڈ منیر احمد

آزادی کشمیر کی راہ میں جان دینے والا مجاہد

محترم چوہدری نصیر احمد صاحب

آج کشمیر میں مجاہدین آزادی کی خاطر اپنی جانوں کی قربانی پیش کر رہے ہیں اس نے راقم کو آج سے ۴۴ سال پہلے اپنے بھائی چوہدری نصیر احمد طالب علم زراعتی کالج لائل پور کی قربانی کے واقعہ کی یاد تازہ کرادی ہے جنہوں نے ۱۹۴۸ء میں آزادی کشمیر کے لئے اللہ کی راہ میں جان دے دی۔ برادرم نصیر احمد راقم کے بڑے بھائی تھے اور چوہدری عنائت اللہ ڈھینڈسہ ریٹائرڈ افسر محکمہ زراعت پنجاب آف چک نمبر ۳۵ جنوبی سرگودہا حال سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا کے بیٹے اور چوہدری مولا بخش (رفیق حضرت بانی سلسلہ) کے پوتے اور چوہدری میاں خان صاحب (رفیق حضرت بانی سلسلہ) کے نواسے تھے۔ برادرم نصیر احمد نہائت شریف، کم گو، نیک اور مخلص انسان تھے۔ بہت محنتی ماں، باپ اور استادوں کے فرمانبردار تھے۔ ۱۹۴۷ء میں چک نمبر ۳۴ جنوبی سرگودھا سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور زرعی کالج لائل پور (حال فیصل آباد) میں فسٹ ایر میں داخلہ لیا۔ مئی ۱۹۴۸ء میں سیکنڈ ایر میں ترقی پائی۔ گرمیوں کے موسم کی تعطیلات میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ الثانی اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے نے نوجوانوں کو کشمیر کی جنگ میں حصہ لینے کی تحریک کی تو برادرم نصیر احمد نے فوراً اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اور کچھ عرصہ ٹریننگ کے بعد بھمبر آزاد کشمیر فرقان فورس میں رپورٹ کردی۔

ماں کی ممتا بھی ایک عجیب چیز ہے جس کا صرف ماؤں کو ہی علم ہوتا ہے۔ جوں ہی ہماری والدہ صاحبہ کو نصیر بھائی کا محاذ پر جانے کا علم ہوا تو انہوں نے والد صاحب کو کہا کہ اسے بلوائیں۔ اس بات کو چند ہی دن ہوئے ہوں گے کہ بھائی محاذ سے چھٹی لے کر از خود گھر آگیا اور بتایا کہ کشمیر کے محاذ پر ہمارے حوصلے بہت بلند ہیں اور ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ دشمن ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ اور وہ واپس جانا چاہتے ہیں۔ والد صاحب نے انہیں اجازت دے دی۔ لیکن کس کو معلوم تھا کہ نصیر احمد کو اللہ تعالیٰ جاتے ہی اتنا بڑا درجہ دینے والا ہے جو تادم قیامت زندہ رہے گا۔ بھائی نے بھمبر محاذ پر رپورٹ کی چند دن ہی ہوئے تھے کہ دشمن کے جہاز نے بھمبر پر گولہ باری کی اور اللہ نے برادرم نصیر کو جان قربان کرنے کی توفیق دی۔ محاذ جنگ پر ہی جنازہ پڑھا گیا اور وہاں ہی اللہ کی راہ میں جان دینے والوں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ برادرم کو فرقان فورس میں سب سے پہلے اللہ کی راہ میں جان دینے کا اعزاز حاصل ہوا۔

برادرم کی اس وفات پر پرنسپل زراعتی کالج لائل پور جناب خان عبدالرحمٰن خان نے کالج کے میگزین ۴۸-۱۹۴۷ء جلد ۱۲ شمارہ ۱-۲ میں مندرجہ ذیل عبارت بمع فوٹو رقم کی۔

مجاہد نصیر احمد چوہدری عنائت اللہ صاحب بی۔ ایس۔ سی زراعت مینجر رسالیوالا فارم لائل پور کے بیٹے تھے۔ وہ چک نمبر ۳۵ جنوبی ضلع سرگودھا میں ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ چک نمبر ۳۴ جنوبی کے سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۹۴۷ء میں فسٹ ایر میں کالج داخل ہوئے۔ چونکہ ان کے میٹرک میں بہت زیادہ نمبر نہ تھے ان کے والد صاحب داخلے کے لئے خود میرے پاس لائے۔ مجھے نصیر احمد عمدہ جوان لگے۔ میں نے نصیر احمد کو بتایا کہ جب تک وہ بہت محنت نہیں کرے گا وہ کالج میں نہیں چل سکے گا۔ نصیر احمد نے فوراً اپنی اعلیٰ صلاحیت سے محنت کرنے کا عزم کیا۔ مجھے خوشی اور فخر ہے کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور مئی ۱۹۴۸ء میں فسٹ ایر پاس کر لیا۔ پاکستان کو اپنے خون اور دماغی صلاحیتوں سے جوان اور مضبوط کرنے کے ارادہ سے نصیر احمد آزاد کشمیر آرمی میں شامل ہو گیا تا کہ ملت کے دشمن کا مقابلہ کیا جاوئے۔ اور بھمبر پر فضائی حملہ کے نتیجہ میں اپنی یونٹ کا پہلا شہید ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

نصیر احمد ایسا طالب علم تھا جس پر قوم کو فخر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے۔ اور اس کے والدین کو اس صدمہ کی برداشت کی طاقت دے۔ اور ہمیں بھی طاقت دے کہ جس جذبہ سے نصیر نے جان دی وہ ہم میں بھی زندہ رہے۔

آخر میں میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نصیر احمد کی قربانی کو قبول فرمائے۔ اور جو لوگ آزادی کشمیر کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں ان کو کامیاب کرے۔ اور کشمیری جو پچھلے کئی سالوں سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ان کو آزادی کے دن دکھائے۔

ہمارے والد صاحب کولہے کی ہڈی کے آپریشن کے بعد ابھی تک صاحب فراش ہیں اور چلنے میں بہت دقت ہوتی ہے والدہ صاحبہ بھی بیمار رہتی ہیں۔ ان دونوں کی درازی عمر اور صحتیابی کی درخواست دعا ہے۔

متقی بامراد ہوتا ہے اس کو ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے کہ اسے سمجھ میں بھی نہیں آتا۔

(حضرت امام جماعت احمدیہ الاول)

بقیہ : ص ۴

جدید نظریہ ہے وہ حافظ محمود شیرانی کا ہے جس میں انہوں نے دعوی کیا کہ اردو زبان کا آغاز پنجاب سے ہوا۔ چنانچہ شیرانی صاحب لکھتے ہیں کہ

"اردو کی داغ بیل اسی دن سے پڑنا شروع ہو گئی تھی جس دن سے مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر توطن اختیار کیا....... سندھ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے اختلاط سے اگر کوئی زبان بنی تھی تو غزنوی دور میں جو ایک سو ستر سال پر حاوی ہے...... اردو چونکہ پنجاب میں بنی ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ یا تو موجودہ پنجابی کے مماثل ہو یا اس سے قریبی رشتہ دار ہو۔ بہرحال قطب الدین ایبک کے فوجی اور دیگر متوسلین پنجاب سے کوئی ایسی زبان لیکر روانہ ہوتے ہیں جس میں خود مسلمان قومیں ایک دوسرے سے تکلم کر سکیں"

(حافظ محمود شیرانی "پنجاب میں اردو" صفحہ ۶۷ طبع دوم) شیرانی کا یہ استدلال بہت مضبوط ہے کہ شمال مغرب سے آنے والے مسلمانوں کی اولیں فرودگاہ پنجاب تھا۔ ان کا زیادہ قیام بھی اسی خطہ میں ہوا پھر یہیں سے وہ فاتحانہ حیثیت سے دہلی کی طرف بڑھے چنانچہ زبانوں کا طویل اختلاط اسی خطے میں عمل میں آیا۔ یہیں سے اس زبان نے وسطی اور جنوبی ہند کی طرف سفر کیا۔ پھر جیسے جیسے مسلمان آگے بڑھتے گئے اردو بھی دوسری زبانوں کے ساتھ مل کر آگے بڑھتی اور ترقی کرتی گئی۔ اور اس میں مختلف زبانوں کے الفاظ شامل ہوتے گئے۔ لیکن سب سے زیادہ فارسی زبان نے اس پر اثر ڈالا۔ کیونکہ فارسی حکمرانوں کی زبان تھی۔ پنجابی سے اردو کے معرض وجود میں آنے کا جو نظریہ شیرانی نے پیش کیا اس کی تائید مشہور ماہر لسانیات ڈاکٹر سینی کمار چٹر جی نے ان الفاظ میں کی ہے۔

"مسلمانوں نے جو پہلے پہل زبان اختیار کی ہوگی وہ قدرتی طور پر وہی ہوگی جو اس وقت پنجاب میں بولی جاتی تھی"۔

(بحوالہ قومی زبان کے بارے میں اہم دستاویزات جلد اول صفحہ ۳ مؤلفہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار)

شیرانی نے جو نظریہ پیش کیا کہ اردو پنجابی سے معرض وجود میں آئی ہے۔ اس کی تائید میں انہوں نے پنجابی اور اردو میں جو مشابہتیں اور مماثلتیں پیش کی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱۔ مصدر کا قاعدہ دونوں زبانوں میں ایک ہے۔ یعنی علامت "نا" امر کے آخر پر لگا دی جاتی ہے۔

۲۔ تذکیرو تانیث کے قواعد دونوں زبانوں میں ایک ہیں۔ یعنی ایسے الفاظ جو الف پر ختم ہوتے ہیں تانیث کی حالت میں "ی" پر ختم ہوتے ہیں۔ مثلاً بکرا، بکری، چنگا، چنگی جب اسم مذکر حروف علت کے سوا حرف صحیح پر ختم ہو تو دونوں زبانوں میں تانیث کے لئے "نی" یا "انی" کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً مغل۔ مغلانی۔

۳۔ فعل تذکیرو تانیث اور واحد جمع میں اپنے فاعل کے مطابق ہے۔ مثلاً عورت آئی۔ گھوڑا آیا۔ بڑھی آئی۔

۴۔ امر کا قاعدہ دونوں زبانوں میں ایک ہے۔

تاریخی شواہد نیز قواعد کے لحاظ سے گہری مماثلت کی وجہ سے حافظ محمود شیرانی کا نظریہ دوسرے نظریوں میں زیادہ صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ مگر بعض احباب نے اس سے اختلاف بھی کیا ہے۔ بہرحال "اردو" کا مولد و مسکن جہاں بھی ہو اس بات سے سب متفق ہیں کہ یہ اس کے سرچشمے ہندوستان کے شمالی حصے سے ہی پھوٹے ہیں۔ نیز اردو کی ترویج اور ترقی مسلمانوں کی ہی مرہون منت ہے۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر شوکت سبزواری کا بیان بہت عمدہ ہے وہ تحریر کرتے ہیں کہ

"اردو کا مسلمانوں سے بہت گہرا رشتہ ہے۔ وہ مسلمانوں کی ساختہ نہ سہی پرواختہ ضرور ہے۔ عہد شاہجہانی اس کے شباب کا زمانہ تھا۔ شہاب الدین غوری جب حاکمانہ شان سے دہلی میں داخل ہوا تو اردو مولانا آزاد کے لفظوں میں دلی کی گلیوں میں گھٹنوں کے بل چلتی تھی مسلمانوں نے اسے اٹھا کر سینہ سے لگایا۔ پال پوس کر چونچال بنایا۔ دلفریب ادائیں سکھائیں"۔

(بحوالہ اردو زبان کا ارتقاء از ڈاکٹر شوکت سبزواری)

پرہیزگار بن جاؤ

پرہیز گار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ بد خلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ خدا یا اس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہ ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ۔ پس کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے اور خدا کے حرام کو ایسی بے باکی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اس کے لئے حلال ہے۔ غصہ کی حالت میں دیوانوں کی طرح کسی کو گالی کسی کو زخمی اور کسی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور شہوات کے جوش میں بے حیائی کے طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پائے گا یہاں تک کہ مرے گا۔ (حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مولانا غلام رسول مہر کا سفرنامہ

مولانا غلام رسول مہر جو انقلاب کے شریک ایڈیٹر تھے ۱۹۹۳۰ء میں ارض حجاز گئے اور وہ ہر روز یا جب بھی موقعہ ملا وہ اپنے سفر کی کیفیت انقلاب میں شائع کرواتے رہے۔ چنانچہ ۲۹/ اپریل ۱۹۹۳۰ء سے لے کر ۲۳/ جولائی ۱۹۳۰ء تک ان کی سفری رپورٹیں شائع ہوتی رہیں وہ اپنے ہاں تو ہر روز لکھتے رہے ہوں گے لیکن شائع ہونے میں کچھ وقفہ پڑتا رہا۔ مثلاً پہلی رپورٹ ۲۹/ اپریل کو شائع ہوئی دوسری ۲۹/ مئی کو پھر ۳۰/ مئی کو پھر ۱۴/ جون اور ۱۵/ جون اور پھر ۲۲/ جون اور ۲۴/ جون پھر ۲۹/ جون کو پھر ۶/ جولائی ۸/ جولائی اور ۱۳/ جولائی اور ۲۰/ جولائی اور ۲۲/ جولائی اور ۳۰/ جولائی اس سفر نامے کو ایک لمبے عرصے کے بعد ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری نے مرتب کر کے سفرنامہ حجاز کے نام سے کتابی صورت میں مکتبہ اسلوب کراچی سے شائع کروادیا۔ اس مسودے کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ یہ سفرنامہ مولانا مہر مرحوم کی زندگی میں انقلاب سے نقل کر لیا تھا لیکن جب مولانا مرحوم سے اس پر نظرثانی کی درخواست کی اور ان کے علم میں یہ بات آئی تو پتہ چلا کہ ایک اور عزیز محمد عالم مختار حق بھی اسے نقل کر چکے ہیں اور ان کے مسودہ پر مولانا نے اصلاح بھی کی ہے۔ چنانچہ ان عزیز سے مولانا کا اصلاح شدہ مسودہ لے کر اپنے مسودہ کو درست کیا اور ایک دوست کا شوق دیکھ کر اشاعت کے لئے ان کے حوالہ کر دیا۔ انہوں نے کتابت بھی کروالی لیکن پھر تاخیر و تعویق کے ساتھ کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ اشاعت میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ اس واقعہ پر چار پانچ برس بیت گئے اور جب سابقہ انتظام کے ماتحت اس کی اشاعت کے متعلق بالکل مایوسی ہو گئی تو اشاعت کے نئے انتظام کی جستجو ہوئی۔ اگرچہ یہ مرحلہ جستجو آسان نہ تھا لیکن خدا کے فضل و کرم سے طے پا گیا۔ یہ سفر نامہ ۱۹۳۰ء میں لکھا گیا تھا لیکن اب نصف صدی سے زیادہ مدت گزرنے کے بعد کتابی شکل میں اس کی اشاعت کا سروسامان ہوا تو حرم سے لے کر بیرون حرم تک اور مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا سے لے کر حوالی مکہ تک جب کہ انقلاب و اصلاح نے ایک عظیم تغیر رونما کر دیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ سفرنامے کے بعض پہلوؤں کی طرف اشارہ کر دیا جائے" ہم ان اشاروں کو چھوڑتے ہیں اور اس سفرنامے کا ایک حصہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

مکہ مکرمہ۔ ۵/ مئی ۱۹۹۳۰ء مکہ مکرمہ پہنچے ہوئے آج تیسرا دن ہے چونکہ ہم جدہ سے رات کے گیارہ بجے کے قریب موٹر میں سوار ہوئے تھے اور حرم پاک میں پہنچ کر عمرہ سے فراغت حاصل کرتے کرتے نماز فجر کی جماعت کھڑی ہو گئی تھی اس لئے دو اور تین کی درمیانی شب میں ساری رات بیدار رہے ۳/ مئی کے دن میری طبیعت بے حد مکدر رہی۔ شام کے وقت معدے میں امتلاء کی کیفیت پیدا ہو گئی اور سر میں سخت درد ہونے لگا۔ اور میں ۳ اور ۴ کو مریضوں کی طرح بستر پر پڑا رہا۔ آج اس قابل ہوا ہوں کہ حالات سفر کی باقاعدہ ترتیب کا فرض ادا کر سکوں۔

منظر احرام میں نے سابقہ عریضے میں کامران تک کے حالات مفصل لکھ دیئے تھے۔ یکم مئی کی صبح کو کپتان نے بتادیا تھا کہ شام کو ۶ بجے کے قریب جہاز یلملم کے محاذ پر پہنچے گا۔ جو یمن کی سمت سے آنے والوں کی میقات ہے۔ اور جہاں سے ہندوستانی حاجی احرام باندھتے ہیں یکم مئی کی صبح کو نماز سے فارغ ہوئے اور دن کی روشنی نمودار ہوئی تو متعدد عازمین حج احرام باندھے ہوئے اور لبیک اللھم لبیک پکارتے ہوئے نظر آئے۔ دن بھر احرام باندھنے کا سلسلہ جاری رہا ہم نے صبح ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ شام کے چار بجے احرام کی تیاری کریں گے۔ ۵ اور ۶ بجے کے درمیان جہاز سے یلملم کے محاذ پر پہنچنے کا وسل دیا ہم اور تمام دوسرے عازمین حج اس وقت تک احرام باندھ چکے تھے۔ صرف چند باقی تھے سنا تھا کہ وہ جدہ اتر کر یلملم جاتے ہیں اور وہاں سے احرام باندھتے ہیں۔ محرمین کی صفیں دیکھ کر دل پر عجیب کیفیت طاری ہوئی سب کی کمر میں ایک ایک سفید چادر سب کے سر ننگے سب کی زبانوں پر لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قدوسیوں کی کوئی جماعت آسمان سے اتر آئی ہے احرام کے حقائق و معارف کے متعلق بہت کچھ معلوم تھا لیکن خود احرام باندھ کر اور محرمین کی قدوسی جماعت میں شریک ہو کر اس کے جو معارف سمجھ میں آئے ان کی نسبت کیا عرض کروں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور اس مقدس مرحلے سے گزرنے کا موقعہ عطا کرے۔ اس کے بغیر بیت اللہ کی مرکزی حیثیت اور دین قیم کی شان اجتماع کا حقیقی راز سمجھ میں نہیں آسکتے۔ ہمارے ساتھ بڑے بڑے اپ ٹو ڈیٹ جنٹلمین موجود تھے مثلاً ہمارے سیٹھ عبدالشکور لیکن آج وہ عملاً غریب اور مسکین سے مسکین حاجی کے شریک حال تھے ان میں اور دوسرے حاجیوں میں بال برابر بھی امتیاز نہ تھا۔ غور کیجئے کہ ارکان و آداب حج کے واضع صلی اللہ علیہ وسلم نے امت میں مساوات پیدا کرنے کا کتنا دلکش طریقہ تجویز کر دیا ہے "تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے" تحقیقی منظر یہاں نمایاں تھا۔ یکم مئی کی رات کو ہم سب بحالت احرام سوئے تقریباً تمام حجاج نے تمتع کا احرام باندھا تھا۔ شب بھر منٹ منٹ کے بعد لبیک اللھم لبیک کی صدائیں آتی رہیں۔ بارگاہ ایزدی میں اس احتسان و اشتیاق کے ساتھ حاضر ہونے کا جذبہ دیکھ کر دل بیتاب ہو جاتا تھا۔

بندر گاہ جدہ ہمارا خیال تھا کہ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے ہی جدہ کا مقدس ساحل نظر آجائے گا۔ لیکن نماز سے فارغ ہوئے۔ تو کپتان نے بتایا کہ تیز مخالفانہ تموج کی وجہ سے جدہ پہنچنے میں دو گھنٹے کی تاخیر ہو جائے گی ہم سب اپنا سامان رات ہی باندھ چکے تھے۔ بچی کھچی متفرق چیزیں صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد سمیٹ لی گئیں۔ اور میں 'اسماعیل' سیٹھ عبدالشکور اور ڈپٹی صاحب اوپر کی منزل میں حافظ محمد صدیق صاحب کے پاس چلے گئے۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ساحل نظر آنے لگا۔ چند منٹ کے بعد پائلٹ کی کشتی آگئی۔ بندر گاہ جدہ کے قریب آب دوز پہاڑیوں کا ایک عجیب و غریب سلسلہ ہے۔ جن میں سے بعض پانی کی سطح کے بالکل برابر پہنچی ہوئی ہیں۔ اس وجہ سے بندر گاہ میں اعلیٰ درجہ کے واقف کار کی رہنمائی کے بغیر داخل ہونا مشکل ہے ویسے بھی ہر بندر گاہ میں ہر جہاز پائلٹ ہی کی رہنمائی میں داخل ہوتا ہے۔ اسماعیل سے معلوم ہوا کہ جدہ میں صرف دو شخص ہیں جو بندر گاہ کی آب دوز پہاڑیوں کے سلسلے سے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ ان میں سے ایک ہمارا پائلٹ تھا۔

ساحل جدہ پر ہمارا جہاز ساڑھے نو بجے کے قریب لنگر انداز ہوا بندر گاہ میں اس وقت تقریباً دس جہاز کھڑے تھے۔ جن میں سے اکثر ٹرنر ماریشن کے تھے ہمارا جہاز ٹھہرا تو سب سے پہلے ایک لانچ (موٹر کشتی) آئی جس پر حکومت حجاز کا سبز جھنڈا لہرا رہا تھا۔ لانچ قریب آئی تو معلوم ہوا کہ سیٹھ عبدالشکور کے ماموں سیٹھ عثمان سلیمان اپنے بھانجے کو لینے کے لئے آئے ہیں لیکن کوئی شخص ڈاکٹر کے جہاز پر آنے سے قبل نہیں آسکتا تھا۔ چند منٹ کے بعد دوسری لانچ آئی اس میں منشی عزیز الدین صاحب (ٹرنر ماریشن کے منشی) آئے ان سے میں ۱۹۲۵ء سے واقف تھا پھر ڈاکٹر صاحب آئے ان کے بعد خان صاحب منشی احسان اللہ صاحب لانچ میں تشریف لائے۔ میں سابقہ عریضے میں عرض کر چکا ہوں کہ جلالت الملک حکومت حجاز کے وزیر مال شیخ عبداللہ سلیمان اور گورنر جدہ شیخ عبداللہ علی رضا کے ساتھ ہم نے منشی احسان اللہ خان کو بھی تار دے دیا تھا اس لئے کہ ان سے دیرینہ تعلقات تھے۔ اور ہر سال یہ باصرار حجاز آنے کی دعوت دیتے رہتے تھے۔ منشی صاحب ہمارا تار پہنچنے سے قبل اہل و اعیال سمیت مکہ معظمہ تشریف لے جاچکے تھے ہمارا تار ان کے مکان پر پہنچا تو ان کے آدمی نے فون کے ذریعے سے انہیں مکہ معظمہ اطلاع دی وہ یکم مئی کی رات کو موٹر میں سوار ہو کر جدہ تشریف لے آئے ہمیں یہ کیفیت معلوم ہوئی تو بڑا رنج ہوا۔ کہ ناحق ان کو لمبے سفر کی زحمت دی۔ تار محض اس لئے دیا گیا تھا کہ وہ کہیں یہ نہ سمجھیں کہ ہم سے فریضہ دوستی کی بجا آوری میں کوتاہی ہوئی۔ اس وقت سے لے کر آج تک منشی صاحب نے ہم پر جو احسانات کئے ہیں جو نوازشیں فرمائی ہیں ان کے بیان سے میرا قلم قاصر ہے مجھے منشی صاحب کی عنایات پر ہمیشہ بھروسہ رہا ہے لیکن اس سفر میں انہوں نے مجھے اپنے احسانوں کے نیچے اس طرح دبا دیا تھا کہ شائد تاحیات ان کا حق ادا نہ کرسکوں گا۔

ہم جہاز پر کھڑے منشی صاحب کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے کہ ہمارے لئے حکومت کی طرف سے ایک موٹر لانچ میں دو آدمی آگئے۔ جنہوں نے چند منٹ میں ہمارا سامان اتار کر لانچ میں رکھ لیا ہم نے اپنے دوستوں کو ایک لانچ میں سوار کرایا دوسری لانچ میں خود سوار ہوئے اور تقریباً پندرہ منٹ میں ساحل پر پہنچ گئے۔

۲۶/ جنوری ۱۹۲۶ء کو شام کے وقت ساحل جدہ کو چھوڑا تھا۔ ۲/ مئی ۱۹۳۰ء کو گیارہ بجے کے قریب پھر میرے قدم اس مقدس ساحل کی خاک پاک سے مشرف ہوئے۔ خدا کرے ہر مسلمان کے قدم اس ساحل سے مشرف ہوں"

سفرنامہ نہایت دلچسپ ہے اور معلومات افزا اس لئے گا ہے گاہے اس کے بعض حصے قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے رہیں گے۔ اگر اللہ نے چاہا تو۔

بقیہ : ص ۳

کہ دعوت پر بڑے بڑے آدمیوں کو بلالوں اور آپ کا واقف کرادوں۔ اور مجھے ثواب مل جائے گا۔ میں دعوت پر چلا گیا۔ انہوں نے بڑے بڑے آدمی بلائے ہوئے تھے۔ میں اس انتظار میں تھا کوئی اعتراض کرے اور میں اس کا جواب دوں کہ وہ کھڑے ہو گئے اور حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تقریر میں انہوں نے کہا کہ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ امام جماعت احمدیہ یہاں تشریف لائے ہیں۔ جو شخص کسی قوم کا لیڈر ہوتا ہے ہمیں اس کا احترام کرنا چاہئے۔ وہ دین کی باتیں سنائیں گے۔ ہم مانیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا نہ مانیں ان سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔ اس طرح تھوڑی دیر وہ تقریر کرتے رہے۔ دو تین منٹ کے بعد وہ تقریر کرتے ہوئے یکدم جوش میں آ گئے اور کہنے لگے اس زمانہ میں ایک شخص آیا اور وہ کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں۔ جب وہ تقریر کر کے بیٹھ گئے تو میں نے کہا دیکھئے نواب صاحب میں نے تو ظاہر نہیں کیا کہ آپ احمدی ہیں آپ نے تو خود ظاہر کر دیا ہے وہ کہنے لگے مجھ سے رہا نہیں گیا میں نے کہا میں تو پہلے ہی سمجھتا تھا کہ (----) احمدیت چھپی نہیں رہتی آپ خواہ کتنا بھی چھپائیں وہ ظاہر ہو کر رہے گی اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ چندے باقاعدگی کے ساتھ دیتے تھے مگر جماعتی کاموں میں انہوں نے چند سال پہلے تک کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا تھا۔ لیکن یہ موقعہ انہیں ایسا ملا کہ جب تک یہ مرکز قائم رہے گا ان کا نام بطور یادگار دنیا میں لیا جائے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ قادیان کے واپس مل جانے پر اس مرکز کی اہمیت کم ہو جائے۔

اول تو ہمیں ایک ہی وقت میں کئی مرکزوں کی ضرورت ہے دوسرے ایک یہ مرکز ایک پیش خبری کے ماتحت قائم کیا جا رہا ہے۔ اور جو مرکز پیش خبری کے ماتحت قائم کیا جائے اس میں اور دوسرے مرکزوں میں بہرحال امتیاز ہوتا ہے۔ یہ مقام چونکہ اللہ تعالیٰ کی پیش خبری کے ماتحت قائم کیا جا رہا ہے اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے اس کی حفاظت کریں گے اور اس کی برکتیں اس سے وابستہ رہیں گی۔ اور یقیناً اس مقام سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نواب صاحب کا نام بھی قیامت تک قائم رہے گا۔

یوم تحریک جدید ۲۲ اکتوبر کو منایا جائے

○ امراء اضلاع و صدر صاحبان، مربیان و معلمین سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ مجلس مشاورت ۱۹۹۱ء کے فیصلہ کی تعمیل میں سال رواں ۱۹۹۳ء کا دوسرا یوم تحریک جدید مورخہ ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۹۳ء منانے کا اہتمام فرمائیں۔ اپنی سہولت اور حالات کے مطابق جلسے منعقد کر کے نیز اس دن خطبہ میں بھی احباب جماعت کو مطالبات تحریک جدید کی طرف خصوصی توجہ دلائی جائے۔ اور مطالبات تحریک جدید کی اہمیت احباب جماعت پر واضح کرنے کا اہتمام فرمائیں۔ اور اس تحریک کے ذریعہ جماعت پر نازل ہونے والے انعامات و افضال الٰہیہ کا ذکر کیا جائے۔

(وکیل الدیوان تحریک جدید۔ ربوہ)

آپ کا خط ملا

محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ بیگم حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر تحریر فرماتی ہیں

مکرم برادرم سیفی صاحب۔ تحریک جدید کے متعلق تھوڑا سا نوٹ اور آپ کے ایما پر میں آپکو "وہ الفضل بھی" بھجوا رہی ہوں جس میں آج سے قریباً ۴۳ سال قبل تحریک جدید کے متعلق عاجزہ کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جبکہ حضرت امام الثانی صحت و سلامتی کے ساتھ زندہ موجود تھے۔ تحریک جدید کی ابتدا آج سے قریباً ساٹھ سال قبل ہوئی یہ کوئی من گھڑت اور ذہنی اختراع نہیں تھا بلکہ انہی احکامات کی روشنی میں جماعت کے لئے ایک لائحہ عمل تھا جو کلام تعلیم پاک اور محمد ﷺ کے فرمودات کے تحت کیسی نہ کیسی رنگ میں پہلے سے موجود تھے اور ایک ذکی و فہیم وجود کے ذہن میں اللہ تعالیٰ نے ڈالے تھے جو دینی دنیوی اقتصادی یا معاشی اصلاحات کا پیش خیمہ مطالبات تھے۔ اور اختصاراً بیان کیے گئے تھے۔

جب تحریک اور اس کے مطالبات حضور ثانی نے جماعت کے سامنے رکھے اس وقت اس کے دور میں نتائج مقاصد اور فوائد کا اتنا احساس نہ ہوا۔ کیونکہ پر امن زمانہ تھا بعد کے مخدوش اور پرخطر حالات اور وقتوں نے اس کی اہمیت کو بڑھایا۔ مثال کے طور پر گذشتہ حالات کو چھوڑ کر موجودہ دور کی گرانی اور اس کے خلاف جلسے جلوس رونا پیٹنا شور اور واویلے ناقابل بیان معاشی بحران ان چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہماری جماعت کے احباب تحریک جدید کے زرین مطالبات کو سامنے رکھ کر ان پر پورا عمل کریں اور خصوصاً عورتیں سادہ زندگی کے ہر پہلو کو اپنا لائحہ عمل بنا کر مطالبہ کو پورا کرنے کا عہد کر کے اپنے گھویلو نظام کو چلائیں تو موجودہ دور کے اس مہنگائی کے بھوت کا مقابلہ کر کے اپنے گھروں کو پر امن بنا سکتی ہیں۔ تحریک جدید کے ابتدائی دور میں سادہ لباس۔ سادہ غذا اور ہاتھ سے کام کرنے کے مطالبات پر بڑے التزام سے عمل ہوتا تھا۔ اور سب گھروں میں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر ہی میں یہ بیان بھی کرنا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے تحریک جدید کے پہلے سال سے لے کر اب تک چندہ دھندگان میں خاکسار شامل ہے پہلے والد صاحب اپنے کے علاوہ بچوں کا الگ ادا کرتے تھے اور بعد میں میں خود دیتی ہوں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

وصایا

ضروری نوٹ :- مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز کی منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جا رہی ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی کے متعلق یا کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ یوم کے اندر اندر تحریری طور پر تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

سیکرٹری
مجلس کارپرداز۔ ربوہ

مسل نمبر ۲۹۱۷۵ میں

Sultani Mohammad Ungando S/o Muhammad Sultani Ungando

پیشہ ریٹائرڈ عمر ۶۳ سال بیعت ۱۹۵۶ء ساکن تنزانیہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹۳-۲-۹ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔

1- One House 2- One House Ploat 3- A Ploat of Coconut Plant

اس وقت مجھے مبلغ ۸۴۰۰ تنزانیہ شلنگز ماہوار بصورت الاؤنس مل رہے ہیں اور مبلغ ۲۶۰۰ شلنگ ماہوار آمد از کرایہ مکان ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔

العبد

Sultan Mohammad Ungando T.A.M. Mission Box 376 D.Salaam Tanzania

گواہ شد نمبر ۱

Amir.K.Abeid Tanzania

گواہ شد نمبر ۲

Abdul Nasibu Hidja Tanzania

مسل نمبر ۲۹۱۷۶ میں

Bashir ud Din Mehmud S/o Mian Muhammad Din

پیشہ قوم عمر 50 سال بیعت پیدائشی ساکن U.S.A بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹۲-۷-۱ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔

Share of Bank Balance $ 4000-00 Foru Thousand Dollars

اس وقت مجھے مبلغ ۱۴۸۰ ڈالر ماہوار بصورت مل رہے ہیں میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد

Bashir ud Din Mahmood P. O. Box 2377 Fitchburg Ma o1420 8877 U.S.A.

گواہ شد نمبر ۱

Syed A. Shah Wasit No. 19031 U.S.A.

گواہ شد نمبر ۲

Zafar A. Sarwar U.S.A.

مسل نمبر ۲۹۱۷۷ میں طاہرہ افتخار زوجہ افتخار حسین اظہر قوم جٹ ورک پیشہ خانہ داری عمر ۴۳ سال بیعت پیدائشی ساکن ناروے بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹۳-۲-۱ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ (۱) زیورات طلائی ۴۰ تولے قیمت تقریباً ۴۰۰۰۰ کرونز نارونجین (۲) حق مہر مبلغ ۵۰۰۰ روپے (پانچ ہزار روپے) اس وقت مجھے مبلغ ۶۰۰۰ نارونجین کرونز ماہوار بصورت پنشن مل رہے ہیں میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے منظور فرمائی جائے۔ الامتہ طاہرہ افتخار

Holmlia Senter Vei 28 B 1255 Oslo Narway

گواہ شد نمبر ۱ مقصود احمد ورک وصیت نمبر ۲۷۷۶۰ ناروے گواہ شد نمبر ۲ محمد منیر احمد وصیت نمبر ۶۲۰۰۱ ناروے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ربوہ: ۲۱- ستمبر- گرمی کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ ربوہ کا درجہ حرارت ۳۵ درجے سنٹی گریڈ

○ قائم مقام صدر مسٹر وسیم سجاد نے کہا ہے کہ اراکین قومی اسمبلی اثاثوں کا اعلان کریں گے تو اسمبلی کا اجلاس ہوگا۔ اسمبلی کا اجلاس انتخابی نتائج کے ایک ہفتہ سے دس دن کے اندر طلب کیا جا سکتا ہے۔ اثاثوں کے گوشوارے داخل کرانے کے لئے اراکین اسمبلی کو وقت دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مخلوط حکومت کے قیام کا انحصار بھی انتخابی نتائج پر ہوگا۔ دیکھنا ہوگا کہ کیا صورت حال ہے۔

○ بھارت کے دارالحکومت نئی دہلی سے لندن میں موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق بھارت پاکستانی سرحدوں پر لاکھوں تازہ دم اور لڑائی کے لئے تیار فوجیوں کو مجتمع کر رہا ہے بھارت ایسا اسلحہ بھی خریدنے کی کوشش کر رہا ہے جو جنگ میں پیش قدمی کرنے کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔

○ قائم مقام صدر نے کہا ہے کہ اقتدار کی منتقلی تمام آئینی و قانونی تقاضے پوری کرنے کے بعد ہوگی۔ نگران وزیر اعظم نے انتقال اقتدار کی بات محض اندازے سے کہی ہے اس سلسلے میں الیکشن کے بعد سات سے دس دن تک لگ سکتے ہیں۔

○ سیمنٹ کی قیمت ۱۱۰ روپے فی بوری بڑھا دی گئی ہے وزیر خزانہ نے قیمت میں کمی کا اعلان کیا تھا لیکن سٹیٹ سیمنٹ کارپوریشن نے اضافہ کر دیا۔

○ بنکوں اور مالیاتی اداروں کے ملازمین کے لئے تنخواہوں کے نئے سکیل کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اس پر یکم جنوری ۹۴ء سے عمل ہوگا۔

○ پنجاب کے نگران وزیر اعلیٰ نے کہا ہے کہ کوآپریٹو بحران میں بڑے طاقتور لوگ ملوث ہیں۔ ایسی شخصیات سے ۷۔ ارب روپے ابھی وصول ہونے ہیں انہوں نے کہا کہ حکومت اس بحران کو حل کرنے کی آخری کوشش میں مصروف ہے۔

○ میر مرتضیٰ بھٹو نے کہا ہے کہ ملک کو درپیش مسائل حل کرنے کے لئے "اوپن ہارٹ سرجری" کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر ملک کو لاحق بیماریاں دور نہیں ہو سکتیں۔ مرتضیٰ بھٹو کی ایک ہفتہ میں وطن واپسی کی امید کی جا رہی ہے۔

○ بیگم نصرت بھٹو نے کہا ہے کہ بینظیر اور مرتضیٰ بھٹو میں مفاہمت کے بارے میں کچھ کہنا ابھی قبل از وقت ہے انہوں نے الیکشن کے جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مرتضیٰ کو الیکشن جتوا کر ہی واپس لایا جا سکتا ہے۔

○ کوہاٹ روڈ پر ایک حادثے میں قبائلی علاقے سے امیدوار قومی اسمبلی مومن خان آفریدی سمیت چار افراد ہلاک ہو گئے۔

○ گذشتہ روز وزیر اعظم کی صدارت میں کابینہ ڈیفنس کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ اجلاس میں ملک کو درپیش مسائل اور دفاعی صورت حال پر غور کیا گیا ہے۔

○ مسٹر جسٹس عبدالحمید ٹوانہ ایک ماہ کی رخصت پر چلے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میری ریٹائرمنٹ میں ڈیڑھ سال باقی ہیں رخصت کے بعد واپس آنے کا فیصلہ ابھی نہیں کیا۔

○ الیکشن سے قبل اب کسی امیدوار کو نااہل نہیں قرار دیا جائے گا۔

○ نواب اکبر بگتی نے کہا ہے کہ آئندہ اسمبلی کا مستقبل تاریک اور عمر بہت تھوڑی ہوگی۔ چند قوتیں چاہتی ہیں کہ پارلیمنٹ میں نواز شریف اور بے نظیر میں سے کوئی بھی قطعی اکثریت حاصل نہ کر سکے اس لئے نواز شریف کے سامنے قاضی حسین احمد کو اور بے نظیر کے سامنے مرتضیٰ بھٹو کو کھڑا کر دیا گیا ہے۔

○ ہائی کورٹ نے بھی سیدہ عابدہ حسین کی نااہلی کی توثیق کر دی ہے۔

○ عام الیکشن کے دوران فوج ووٹوں کی گنتی پر بھی نظر رکھے گی۔ عام انتخابات کے دوران مجسٹریٹوں کے اختیارات رکھنے والے فوجیوں کی فہرست تیار کر لی گئی ہے۔

○ مسٹر نواز شریف نے کہا ہے کہ اسلامی فرنٹ اور پیپلز پارٹی مل کر ملک توڑنا چاہتے ہیں۔ ملک بھر کے عوام نے بی بی' بابا گٹھ جوڑ مسترد کر دیا ہے۔ غلام اسحاق نے ۱۹۹۰ء میں آصف زرداری اور بے نظیر کو چور قرار دیا پھر ان کو وزارت دیکر حلف دلوایا۔ بے نظیر کا دور کبھی واپس نہیں آئے گا۔ قاضی حسین احمد اس جماعت کے امیر ہیں جس نے پاکستان بننے کی مخالفت کی۔

○ بلدیاتی اداروں سے بدعنوانیوں کی تحقیقات کا دائرہ وسیع کر دیا گیا ہے۔ ایسے بدعنوان عناصر کے خلاف کارروائی کے لئے حکومت نے ۳۰ ستمبر تک حتمی رپورٹ طلب کر لی ہے۔

○ بیلٹ پیپروں کی چھپائی اور تقسیم کا کام ۳۔ اکتوبر تک مکمل ہو جائے گا۔ الیکشن کمیشن نے ووٹ ڈالنے کا طریقہ بتانے کے لئے دستاویزی فلم بھی تیار کی ہے۔

○ ٹنڈو الہ یار میں پیپلز پارٹی کے جلسے میں ہاتھا پائی ہو گئی جس پر قابو پانے کے لئے پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ مائک سے بار بار اعلان کیا جاتا رہا کہ لاٹھی چارج نہ کیا جائے۔ لیکن ایس ایس پی نے کہا کہ ایسے اعلانات نہ کریں جس سے لوگ شیر ہو جائیں۔

○ اسلامی فرنٹ کے قاضی حسین احمد نے کہا ہے کہ قوم وڈیرہ شاہی اور اندھیر نگری کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ بے نظیر اور نواز شریف نے بیت المقدس پر اسرائیل کے قبضے کو تسلیم کرنے کے بعد اب کشمیر کو فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ شجاعت' نواز اور منشاء تین خاندانوں نے قوم کا تیرہ سو ارب روپیہ لوٹا ہے۔

○ محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ اب لانگ مارچ نہیں فتح مارچ ہوگا۔ سندھ میں سویا ہوا بھٹو بھی آواز سنے گا۔ سندھ میں امن و امان بحال کرنا نواز شریف کا نہیں جنرل آصف نواز کا کارنامہ ہے نواز شریف تو اس کے مخالف تھے۔ نواز شریف کی سیاست اشتہار بازی کی ہے۔ نواز شریف بھول گئے کہ انہیں غریبوں کی آہوں اور سسکیوں نے اقتدار سے ہٹایا۔ نواز شریف حکومت کچھ عرصہ اور رہ جاتی تو عوام اشیائے صرف دیکھنے کو بھی ترس جاتے۔

○ سردار عبدالقیوم خان نے لندن میں کہا ہے کہ حالات بتا رہے ہیں کہ مسئلہ کشمیر عنقریب حل ہو جائے گا۔

○ پاکستان سے جھگڑے طے کرانے کے لئے امریکہ کی بھارت سے اہم بات چیت کے بارے میں سیکرٹری خارجہ نے کہا ہے کہ پاکستان کشمیر کے بارے میں بھارت سے خفیہ مذاکرات نہ کر رہا ہے اور نہ ہی کرے گا۔

○ آٹھ پیٹرول پمپوں پر چھاپے مار کر آٹھ افراد کو زائد قیمتیں وصول کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔

○ ڈش انٹینا میں بھاری گیج کا میٹریل استعمال کرنے کی وجہ سے ہمارے بنے ہوئے ڈش نہایت مضبوط اور بہترین رزلٹ دیتے ہیں۔ تمام سیٹلائٹ کے لئے موزوں۔
آپ کے جانے پہچانے آزمودہ خدمت گار
ڈش ماسٹر اقصیٰ روڈ ربوہ۔
بشارت احمد خان
فون دفتر ۲۱۱۲۷۴ - فون گھر ۴۸۷

7 CURATIVE SMELLS
سات کیوریٹو خوشبویات
① Digest Curative Smell — ۱- ڈائی جیسٹ کیوریٹو سمیل
② Emergency Curative Smell — ۲- ایمرجنسی کیوریٹو سمیل
③ Fever Curative Smell — ۳- فیور کیوریٹو سمیل
④ Flu Curative Smell — ۴- فلو کیوریٹو سمیل
⑤ Heart Curative Smell — ۵- ہارٹ کیوریٹو سمیل
⑥ Pains Curative Smell — ۶- پینز کیوریٹو سمیل
⑦ Temper Curative Smell — ۷- ٹیمپر کیوریٹو سمیل
قیمت فی سمیل 20 روپے، مکمل پیکنگ 150 روپے
تفصیلی لٹریچر
ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں۔
کیوریٹو سمیلز انٹرنیشنل ربوہ۔ پاکستان
فون سیلز: 211283 دفتر: 771 کلینک: 606

پتہ